شفیق عہدی پوری

لاؤزی اور لاؤزیت

افکار سیاسی ہوں یا مجلسی، وقت کی پکار کا جواب ہوتے ہیں۔ مفکر اپنے افکار میں وقت کی ضروریات کا حل پیش کرتا ہے۔ اس کے لیے وسائل سوچتا ہے اور اسے مؤثر طور پر اذہان سے قریب تر کرنے کے لیے اپنے اسلوب بیان کو جاذب اور سلیقہ مند بناتا ہے۔

لاؤزی چین کا ایک بڑا مفکر تھا۔ گر حالات کی پکار سے اکتایا ہوا۔ اس کے زمانہ میں چین کی شہنشاہی پر چاؤ خاندان قابض تھا۔ لیکن امن چین، اضطراب وکشمکش کی ابتلا میں اسیر تھا۔ کہیں بربریوں کے حملے تھے تو کہیں تاتاریوں کی یلغاریں تھیں۔ ہر دن نئی مصیبت لے کر طلوع ہوتا تھا۔ صوبے آزادی اور بغاوت کے لیے شہنشاہ کے خلاف سازشوں اور لڑائیوں میں مصروف تھے۔ ہر صوبہ قریباً آزاد تھا۔ کین وانگ شہنشاہ چین کی حکومت نگیسی کیانگ کے صوبہ میں محدود ہو چکی تھی۔ نگیسی کیانگ کے پار بربری حکومت کرتے تھے۔ کیانگ فانگ کے مشرق میں ایک چینی شہزادے "وو" نے حکومت قائم کر رکھی تھی۔ وو نے کین وانگ کو بے دست و پا دیکھا تو حملہ کر کے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ غرض آپس کی سر پھٹول اور اقتدار طلبی نے اہل چین پر زندگی حرام کر رکھی تھی اور وہ اس مصیبت سے رہائی پانے کے لیے سوچنے پر مجبور تھے کہ لاؤزی نے اپنے افکار سے اہل چین کی تسکین کا سامان بہم پہنچایا۔

لاؤزی ۶۰۰ قبل مسیح میں چین کے صوبہ ہونان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے اس وقت چین کی شہنشاہی چاؤ خاندان کے قبضہ میں تھی۔ لاؤزی کی پیدائش کا واقعہ بے حد عجیب ہے۔

کہتے ہیں کہ کسی امیر کے ایک بوڑھے ملازم کو جس کی عمر ستر سال کی ہو چکی تھی شادی کا شوق چرایا۔ بوڑھے نے سوچا اگر اولاد ہوتی تو مرنے پر رسومات مرگ ہی بجا لاتی۔ کیونکہ چین میں رسومات مرگ کی

---

(۱) تاریخ چین از جیمز کرن

بجاآوری بڑی اہم شمار ہوتی ہے۔ یہ سوچ کر اس نے ایک چالیس سالہ عورت سے شادی کر لی۔
ایک دن بیوی گھر کے ایک کونے میں سو رہی تھی کہ دفعتہً ایک نور اس پر نازل ہوا جو بظاہر سورج کی ایک کرن سے مشابہ تھا۔ اس نور کے نزول سے اس کی حالت حاملہ کی سی ہوگئی۔ مگر ایک برس گزر گیا۔ اور بچہ پیدا نہ ہوا۔ اسی طرح دوسرا برس بھی گزر گیا۔ مگر شاخ امید میں پھل نہ آیا۔ خاوند متحیر تھا کہ یہ عجیب عورت ہے۔ حاملہ ہے مگر بچہ جننے کا نام تک نہیں لیتی۔ آخر یہ سمجھ لیا گیا کہ عورت حاملہ نہیں بلکہ کسی مرض کے باعث اس حالت میں ہے۔

جب اسی طرح کئی برس گزر گئے تو خاوند نے مایوسی کے عالم میں اسے طلاق دے دی۔ اب اس بچاری کا کوئی سہارا نہ تھا۔ عورتیں اس سے نفرت کرتی تھیں اور مرد حقارت و استہزا سے دیکھتے تھے۔ بچاری تنگ آ گئی۔ آخر اس نے آبادی کو چھوڑا اور جنگل سے رشتہ جوڑا۔ جہاں جھڑبیری کے بیر کھاتی اور چشموں کے پانی سے پیاس بجھاتی۔ اسی طرح جب پینتالیس سال گزر گئے تو اسی جنگل میں اس کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کے سر اور بدن کے تمام بال سفید تھے۔ لوگوں نے اس بچے کو لاؤزی یعنی "پیر نابالغ" کہنا شروع کیا اور آخر یہی نام مشہور ہوگیا۔

جب لاؤزی پڑھنے کی عمر کو پہنچا تو اسے پڑھنے کے لیے بٹھایا گیا۔ یہ پیر نابالغ اتنا ذہین نکلا کہ چند سال میں ہی مروجہ علوم کی تحصیل و تکمیل سے فارغ ہوگیا۔ اور اس کی علمی شہرت سارے چین میں پھیل گئی۔ شدہ شدہ یہ شہرت شہنشاہ چین تک جا پہنچی۔ اس نے لاؤزی کو بلایا اور اپنے کتب خانے کا داروغہ بنا لیا۔ اب کتابیں تھیں اور یہ پیر نابالغ۔ دن رات مطالعہ میں گزرتے۔ آخر اس نے اس قدر علمی سرمایہ جمع کر لیا کہ چند سال میں ہی چین کا فیلسوف اعظم مشہور ہوگیا۔ اور شاگردوں کا ایک مجمع اس کے گرد رہنے لگا۔ اس نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے ایک حکمت عملی میں ہے۔ جس نے اس فیلسوف کے نام کو حیات جاوید بخشی۔

جیمز کرن لکھتا ہے

"چینی نسل کے لحاظ سے حضرت نوحؑ کی اولاد ہیں۔ ان میں خدائے یگانہ کی پرستش و عبادت کا رواج تھا۔ مگر مرور زمانہ سے نہ وہ آباد اجداد رہے نہ وہ ماحول۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حملہ آوروں نے اس ملک کے لوگوں کو اپنے دیوی دیوتاؤں کا غلام بنا لیا۔ اور اہل چین بت پرستی کی طرف مائل ہوتے ہوتے آخر پورے بت پرست بن گئے۔"

آج کے چین میں اگرچہ ان بدیسی خداؤں کی بھی فرمانروائی حقیقی طور سے نہیں رہی۔ پھر بھی ذہنی طور سے بت پرستی کے نشانات باقی ہیں۔ اب عام چینی ہر قسم کی عبادات سے قریباً آزاد ہیں۔ ان کا سب سے بڑا دیوتا وطن اور سب سے بڑی عبادت وطن پرستی ہے۔

مؤلف "تاریخ کا مطالعہ" لکھتا ہے

"چین کے پرانے مذہب میں 'بڑی ہستی' کا تصور تھا۔ پرانے زمانہ کے چینی اسی 'بڑی ہستی' کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی 'بڑی ہستی' کو زمین اور آسمانوں کا بادشاہ مانا جاتا تھا۔ پرانے زمانہ کے چینی مذہب کو مادیت سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ آخر کار خدا نیکی کا اجر دیتا ہے۔ اور بدکار کو سزا ملتی ہے۔ خدا کی سزا میں نفرت اور ناراضگی نہیں ہوتی۔ خواہ کتنا ہی بدکار انسان اگر توبہ کرلے تو خدا اسے معاف کر دیتا ہے۔"

لاؤزی کا مذہب یہ تھا کہ دنیا فانی ہے۔ اور زندگی چار دن کی چاندنی۔ چاندنی کی بہار کو اندھیرا سمجھنا بے بصری ہے۔ زندگی خوشی اور مسرت سے ہمکنار رہنی چاہیئے۔ تفکرات حیات سے بچاؤ کے لیے ترک علائق بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ اگر اپنے آپ کو بڑھانے، دوسرے کو گھٹانے یا دولت جمع کرنے کا فکر دامن گیر رہا تو عیش و نشاط رخصت ہوئے اور روحانی اطمینان حاصل نہ ہوا۔ جس چیز کو اہل دنیا عیش سمجھتے ہیں وہ درحقیقت عیش نہیں بلکہ رنج و الم ہے۔ کیونکہ اچھا کھانے پہننے کے لیے فکر لازم ہے۔ اور جب فکر ہوا تو عیش کہاں؟ اس لیے ترکِ دنیا کے سوا چارہ نہیں۔ کیونکہ نہ دنیا کا خیال ہوگا، نہ تفکرات حیات پیدا ہوں گے۔ نہ فکر و الم قریب آئے گا۔ جب عیش کا خیال ہی نہ ہوگا تو بے مائیگی کا خیال کیوں آنے لگا۔ عیش و مایہ اسباب دنیا ہیں۔ اسباب دنیا کا ترک ہی حقیقی اطمینان و تسکین روح ہے۔ جب تک روح کو اطمینان حاصل نہ ہو اس وقت تک زندگی عیش و مسرت سے ہم آغوش نہیں ہوسکتی۔ روح کے اطمینان کے لیے مادی اسباب کا خیال تک نہ آنے دو۔ کیونکہ یہی مادی اسباب قلب و روح کے لیے فکر و پریشانی کا موجب بن جاتے ہیں۔

لاؤزی فقط گفتار ہی کا غازی نہ تھا بلکہ کردار کا بھی غازی تھا۔ وہ اپنے خیالات و نظریات کا حقیقی عامل تھا۔ اس نے ساری عمر دنیا کے اسباب اپنے گرد جمع نہیں کیے۔ اسے کسی چیز کا لالچ نہ تھا نہ فکر۔

لاؤزی کے بعد اس کی تعلیم کا سب سے بڑا مبلغ کسانگ ازی ہے۔ جس کا زمانہ چوتھی صدی قبل از مسیح

ہے وہ کہتا ہے:

"آؤ تمہیں بتاؤں کہ مکمل طاؤ کیا ہوتا ہے۔ طاؤ کا جوہر یکسر تاریکی میں ملفوف ہے۔ اس کی انتہائی بلندی خاموشی اور عظمت میں ہے۔ وہاں نہ کچھ سننا ہے نہ دیکھنا۔ جب تمہاری آنکھیں کچھ نہ دیکھیں، تمہارے کان کچھ نہ سنیں اور تمہارا دل کچھ نہ سمجھے۔ تو ایسی حالت میں تمہاری روح تمہارے جسم کو سنبھال لے گی۔ اور جسم بہت زیادہ عرصہ تک زندہ رہے گا جو تمہارے اندر ہے اس پر نگاہ رکھو اور جو ذرایع تمہیں دنیا سے وابستہ رکھتے ہیں انہیں منقطع کر دو۔ زیادہ علم خطرناک ہوتا ہے۔ میں بارہ سو سال سے اسی انداز پر زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اس پر بھی میرا جسم ابھی تک رو بہ انحطاط نہیں۔"

لاؤزی کو چین کا صوفی یا گوتم بدھ سمجھیئے۔ جب ہندی گوتم ہندوستان میں ترک علایق کی تعلیم دے رہا تھا۔ ٹھیک اسی زمانے میں لاؤزی چین میں اپنے افکار کا مبلغ تھا۔ لاؤزی کے زمانہ میں اہل چین زندگی کی کش مکش میں اسیر تھے۔ حکمران طبقہ اپنے اقتدار کو بڑھانے کے لیے غریب عوام کے جان و مال سے کھیل رہا تھا۔ انہیں آئے دن جنگ کے شعلوں میں جھونکا جاتا تھا۔ لاؤزی نے یہ حالات دیکھے تو ان آفات سے عوام کو بچانے کے لیے اس نے ترکِ دنیا کا نسخہ تجویز کیا تاکہ عوام لالچ اور حرص کے باعث جنگی آتشکدوں کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔ اور حکمرانوں کے دل سے بھی اقتدار افزائی کا خیال مٹ جائے۔ بدھ نے بھی ہندوستان میں عوام کو برہمن مت کی گرفت سے چھڑانے کے لیے کچھ ایسا ہی نسخہ تجویز کیا تھا اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ جب برہمن ازم کو دوبارہ عروج حاصل ہوا۔ اور اس نے بدھ مذہب کو ہندوستان سے نکال دیا تو یہ بھی چین پہنچا۔ لاؤزی کے افکار نے زمین ہموار کر رکھی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل چین نے اسے جھٹ قبول کر لیا۔ اور اطراف چین میں بدھ مت کا ڈنکا بجنے لگا۔

لاؤزی کی وفات کے بعد اس کے شاگردوں نے ایک نئی بات پیدا کی کہ اگر دنیا کی فکر نہ ہو تو بھی موت کی فکر سے کون آزاد ہو سکتا ہے۔ اس کھٹکے سے نجات پانے کے لیے بھی حکیم لاؤزی کے پاس ایک نسخہ تھا۔ استاد کی یہ اکسیر ایسی ہے کہ موت کا کھٹکا بھی جاتا رہتا ہے۔

موت سے رستگاری کی خواہش کس کو نہیں۔ ایک عالم موت سے بچنے اور حیاتِ دوام حاصل کرنے کے لیے شاگردوں کے گرد جمع ہو گیا۔ خصوصاً امرا اور بازاری عورتیں تو حیاتِ جاوید کی بے حد متمنی ہوتی ہیں۔ ان ایسے لوگوں نے شاگردوں کے مذہب پر چلنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا اور نسخۂ بقائے حیات کے پیچھے

پڑ گئے۔

آہستہ آہستہ حکیم کے بت بننے لگے۔ اور لوگوں نے بقائے دوام حاصل کرنے کے لیے ان کی پرستش شروع کر دی۔ حتیٰ کہ امرا سے گزر کر شہنشاہ چین بھی بقائے دوام کے لیے حکیم کے بت کی پرستش کرنے لگا۔ حکیم کے شاگرد اسے نسخۂ بقا بھی پلانے لگے۔

کہتے ہیں کہ جب شہنشاہ ادی چین کے تخت پر بیٹھا تو وہ نسخۂ بقائے حیات کے لیے بے حد مضطرب تھا۔ لاؤزی کے شاگرد اسے یہ نسخہ بلاناغہ پلانے لگے۔ وزیر نے یہ حالت دیکھی تو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر اس نے ایک نہ سنی۔ ایک روز اکسیر کا پیالہ شہنشاہ کے حضور پیش کیا گیا۔ تو وزیر نے پیالہ چھین لیا اور خود پی گیا۔ شہنشاہ وزیر کی اس حرکت پر بہت غضب ناک ہوا۔ اسی وقت جلادوں کو طلب کیا۔ اور وزیر کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

وزیر باتدبیر جلادوں کو دیکھ کر ہنسا اور عرض کی۔ شہنشاہ سلامت! آپ نے جلادوں کو میرے قتل کرنے کے لیے طلب فرمایا ہے۔ حالانکہ آپ کے سامنے میں ابھی ابھی اکسیر حیات پی چکا ہوں۔ یہ مجھے کس طرح قتل کریں گے؟ لیکن نہیں۔ میں قتل ہونا چاہتا ہوں تاکہ میرے قتل سے آپ پر اکسیر کا فریب کھل جائے۔ شہنشاہ نے وزیر کو معاف کر کے تلوار کے منہ سے بچا لیا۔ اور اسے خلعت بھی دیا۔ مگر نہ تو اکسیر کا اعتماد اور ساتھ چھوڑا اور نہ بت پرستی سے منہ موڑا۔

آخر لاؤزی پرستی اتنی بڑھی کہ ملک میں سینکڑوں بت خانے قائم ہو گئے۔ اور بت پرستی کو بہت عروج حاصل ہوا۔ لاؤزی کے شاگردوں کو بڑے بڑے عہدے ملے اور لاؤزی کے فلسفہ کے شارحوں کی خاص عزت اور وقعت ہونے لگی۔ انھیں لوگ "ٹی انزی" یعنی بہشتی حکیم کے لقب سے پکارنے لگے۔

شاگردوں نے لاؤزی کا نام خوب اچھالا۔ اور اس کے نام سے اس کے فلسفہ میں علم نجوم، رمل اور سحر و طبابت کو بھی شامل کر لیا۔ شاگردوں کا اعتماد و اقتدار اتنا بڑھا کہ امرائے خاص میں شمار ہونے لگے۔ انھوں نے اکسیر حیات کے بہانے بہت سے ناپسند شہنشاہوں کو زہر قاتل پلایا۔ خواجہ سراؤں نے بھی ان سے فائدہ اٹھایا۔ اور انھیں کی مدد سے جب وہ کسی بادشاہ سے ناراض ہوتے تو اسے شربت اکسیر حیات کی بجائے شربت مرگ پلا کر ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں سلا دیتے۔

لاؤزی کے بعد اس کے شاگردوں کے بھی بت بنائے گئے۔ اور ان سے مندروں کو سجایا گیا۔ ان کی پوجا کی گئی اور انھیں اپنے دیوتاؤں میں شامل کیا گیا۔